۷ـ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق: شعیب الارناووط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۲۰۰۸ئ، ص ۱۳۳

۸ـ کتاب المصاحف، رقم ۷۵، ص ۲۰۴

۹ـ صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قول اللہ تعالیٰ: مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ، ۲۸۰۷)

۱۰ـ تقی عثمانی، علوم القرآن، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۲۰۰۸ئ، ص ۱۹۱

۱۱ـ کتاب المصاحف، رقم ۳۸، ص ۱۷۵، ۱۷۶

۱۲ـ دیکھیے: کتاب المصاحف، رقم ۸۲، ۸۳، ص ۲۰۸، ۲۰۹

۱۳ـ کتاب المصاحف، رقم ۱۱۷، ص ۲۴۰

۱۴ـ الاتقان فی علوم القرآن، ص ۱۳۳

۱۵ـ الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، تحقیق فواز احمد زمرلی، دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ، طبع اول، ۱/۲۱۱

۱۶ـ کتاب المصاحف، رقم ۱۲۱، ص ۲۴۴

۱۷ـ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق مطصفیٰ عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۱ھ، طبع اول، رقم، ۲۹۰۴، ۲/۲۵۰

۱۸ـ علی المتقی، علی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، تحقیق: بکری حیانی، صفوۃ السقا، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۱ھ، طبع پنجم، رقم ۴۸۳۲)

۱۹ـ بیہقی، دلائل النبوۃ، تحقیق عبدالمعطی قلعجی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۸ھ، ۷/۱۵۵، ۱۵۶

۲۰ـ البغوی، شرح السنۃ، تحقیق: شعیب الارنوؤط، محمد زہیر الشاویش، المکتب الاسلامی، دمشق، ۱۴۰۳ھ، ۴/۵۲۵، ۵۲۶

۲۱ـ کتاب المصاحف، رقم ۸۸، ص ۲۱۳

۲۲ـ مسند الرؤیانی، تحقیق: ایمن علی، ابو یمانی، مؤسسۃ قرطبۃ، القاہرۃ، ۱۴۱۶ھ، طبع اول، مسند سمرۃ بن جندب، رقم ۸۲۶، ۲/۵۵

۲۳۔ احمد بن حنبل، المسند، تحقیق: شعیب الارنوؤط، عادل مرشد، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۲۱ھ، طبع دوم، مسند بنی ہاشم، رقم ۳۴۲۲۔ ابویعلی، المسند، ۴/۴۳۵

۲۴۔ احمد بن حنبل، المسند، مسند بنی ہاشم، رقم ۲۴۹۴۔ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲/۲۵۰

۲۵۔ الطبرانی، المعجم الکبیر، تحقیق: حمدی بن عبدالمجید السّلفی، مکتبۃ ابن تیمیہ القاہرۃ، طبع دوم، رقم ۱۲۶۰۲

۲۶۔ السیوطی، جلال الدین، الدرالمنثور، دارالفکر بیروت، سنہ ندارد، ۱/۲۵۹

۲۷۔ الدرالمنثور، ۱/۲۵۹

۲۸۔ علوم القرآن، ص ۱۵۱، ۱۵۲

۲۹۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، رقم ۴۹۹۳

۳۰۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، رقم ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۴، ۱/۲۹۳–۳۰۳

۳۱۔ الزرقانی، مناہل العرفان، ۱/۲۱۱۔ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص ۸۵

۳۲۔ الزرقانی، مناہل العرفان، ۱/۲۱۱، ۲۱۲)

۳۳۔ الزرقانی، مناہل العرفان ۱/۳۹۶، ۳۹۷۔ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص ۸۶

۳۴۔ گیلانی، مناظر احسن، تدوین قرآن، مکتبۃ البخاری کراچی، ۲۰۰۵ئ، ص ۸۴، ۸۵

۳۵۔ عثمانی، علوم القرآن، ص ۱۵۶۔ محمد محمد محیسن، الفتح الربانی، فی علاقۃ القراءات بالرسم العثمانی، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ ریاض، سعودی عرب، ۱۴۰۵ھ، ص ۷۷

☆☆☆

عصر حاضر میں اسلام کے علمی تقاضے

مولانا سید جلال الدین عمری

اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا اسلام کی طرف متوجہ ہو اور اس کی حقانیت تسلیم کرے تو ہمیں اس کے لیے بھرپور علمی اور فکری تیاری کرنی ہوگی اور اسلام کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل کا حل پیش کرنا ہوگا۔

صفحات: ۸۰ قیمت: ۵۲

تدوینِ قرآن مجید کی روایات کا تجزیہ

———— پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

گزشتہ مقالہ میں ڈاکٹر محمد عمار خاں ناصر نے عہد عثمانی میں جمع و تدوینِ قرآن کی روایات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ان پر چند سوالات اور اشکالات وارد کرتے ہوئے اہلِ علم کو انھیں حل کرنے کی دعوت دی ہے۔ راقمِ سطور نے پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی سے گزارش کی کہ وہ ان کی روشنی میں اپنی آراء قلم بند کردیں۔ انھوں نے ازراہِ نوازش اس درخواست کو قبول فرمایا اور اختصار کے ساتھ موضوع سے متعلق بنیادی نکات تحریر فرمائے ہیں۔ دیگر اصحابِ علم سے بھی گزارش ہے کہ اس موضوع کا تحقیقی جائزہ لیں۔ ان کی نگارشات کے لیے تحقیقاتِ اسلامی کے صفحات حاضر ہیں۔ **(رضی الاسلام)**

روایات بسا اوقات پورے حقائق و واقعات نہیں پیش کرتیں۔ وہ راویانِ حدیث وسیرت وتفسیر کی اپنی معلومات پر مبنی ہوتی ہیں اور جزوی صداقتوں کی حامل۔ متاخر روایات واخبار کا معاملہ اور بھی دگرگوں ہوتا ہے کہ وہ ان کے ناقلین کے افکار و آراء کی اسیر ہوتی ہیں۔ تدوینِ قرآن مجید یعنی متنِ کلام الٰہی کی کتابت، قراءت اور حفظ وتلاوت کی حقیقت صرف ایک ہے۔ وہ کتابِ الٰہی جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اتری اسی طرح اس کی قراءت کی گئی، اسی طرح اس کو حفظ کیا گیا اور اسی طرح اس کی کتابت کی گئی۔ اولین آیاتِ کریمہ کے نزول سے لے کر قریب تیئس برسوں تک پورے قرآن مجید کی تنزیل ہوتی رہی اور وہ صاحبِ قرآن عظیم ﷺ کے ذہن وقلب میں محفوظ کی جاتی رہی اور آپ نے اسی محفوظ و مامون

کتاب کی قراءت، تلاوت اور کتابت کے ساتھ اس کی تعلیم و تدریس فرمائی۔ اس حقیقتِ ثابتہ و واحدہ' سے تمام صاحبان علم و ایمان کو پورا پورا اتفاق ہے۔ احادیث و روایات اور اخبار و معلومات کا مطالعہ و تجزیہ اسی حقیقتِ مسلمہ کے تناظر میں کرنا لازمی ہے، جو اکثر و بیشتر نہیں کیا جاتا۔ اسی کوتاہی کے سبب مسائل اور مغالطے پیدا ہوتے ہیں۔ متنِ قرآن کی تدوین و کتابت اور ضبط و قراءت کے اہم ترین حقایق' کو سطور ذیل میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے:

☆ حدیث بخاری (۴۹۸۴) اور متعدد آیاتِ قرآنی کے مطابق قرآن کریم کا نزول زبانِ قریش پر ہوا۔ (بخاری/ فتح الباری:۹ / ۱۲–۱۴)

☆ لہٰذا اس کی قراءت و کتابت اور ضبط و تدوین عہد نبوی کے مکی دور میں قریشی زبان کے مطابق کی گئی اور مدنی دور میں بھی زبان و متن قرآن قریش کی ٹکسالی زبان پر منضبط ہوا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امی قوم عرب کی سہولت کی خاطر ایک سے زیادہ حروف پر متنِ قرآن کی تنزیل کی دعا بار بار، بارگاہ الٰہی میں کی۔ بالآخر سات حروف پر تلاوت و قراءت کی سہولت عطا کی گئی۔

☆ 'سبعۃ احرف' پر تنزیل کا واقعہ مدنی دور کا نہیں، بلکہ مکی عہد کا ہے جو مدنی دور میں بھی جاری رہا کہ رعایت و سہولت سب 'امیوں' کی مطلوب تھی اور مکی سورتوں میں بھی وہ حروف موجود ہیں۔

☆ ان سات حروف کی رعایت سے رسول اللہ ﷺ اپنے صحابۂ کرام کو مختلف حروف پر متنِ قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرات عمر فاروقؓ و حکیم بن حزامؓ کا سورۂ فرقان (مکی) کی قراءت و تلاوت میں حروفِ زائدہ پر اختلاف اسی تعلیمِ نبوی کے سبب تھا اور وہ دونوں قریشی تھے۔ اگرچہ ان کے اختلافِ قراءت کی کوئی مثال نہیں مل سکی، تاہم حافظ ابن التینؒ نے اس کی متعدد مثالیں دی ہیں۔

☆ متنِ قرآن کریم کی کتابت و تدوین کا نہادی دور مکی ہے جب مکی کاتبینِ وحی

نے قریشی زبان و املا کے مطابق اس کی کتابت کی اور یہی بنیادی رسم الخط لازمی قرار دیا گیا۔

☆ اصلاً وہ حمیری خط ہے، جو بعد میں کوفی خط کے نام سے مشہور ہوا۔ اس میں اعراب اور نقطے نہیں تھے۔ خط نسخ کے قبول کے قبل زمانے کے تمام قرآنی مصاحف اسی خط میں ہیں اور ان میں سرِ مو بھی فرق نہیں ہے۔

☆ قریشی رسم الخط میں متعدد الفاظ و کلمات کے بعض حروف کا املا خاص تھا، جو عرب رسم الخط سے مختلف تھا، جیسے لفظ 'صراط' قریش 'ص' سے اور عام عرب 'س' سے لکھا کرتے تھے۔ اور اسی طرح 'مسیطر' کا معاملہ ہے۔ متعدد دوسرے الفاظ میں یہی اختلاف ملتا ہے۔ متن قرآن کی کتابت قریشی رسم الخط کے مطابق کی گئی، غیر قریشی صحابہ اور کاتبین نے عام املا اختیار کیا۔

☆ عہد نبوی میں پورا متنِ قرآن مختلف چیزوں پر لکھ لیا گیا تھا اور کوئی آیت نہیں چھوڑی گئی تھی۔

☆ پورے مکی و مدنی دور میں متنِ قرآن کریم کی تلاوت و قراءت رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام بالخصوص ماہرین و معلمینِ قرآن، قریشی ٹکسالی رسم الخط کے مطابق کرتے تھے اور اسی کو معیاری سمجھا جاتا تھا۔ بعض حروف کی عام عرب قراءت خلافِ معیار نہ تھی، صرف لہجہ اور تلفظ کا فرق تھا۔

☆ اولین رمضان المبارک سے آخری رمضان المبارک تک حضرت جبریل علیہ السلام کا معارضۂ متنِ قرآنِ کریم اسی معیاری قراءت و تلاوت کا پابند رہا۔ آخری معارضہ بھی اپنی اصل سے وابستہ تھا۔

☆ معارضۂ قرآن مجید خاص کر معارضۂ اخیرہ کے بارے میں روایات و اخبار کا اصرار کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ کی قراءت درحقیقت عرضۂ اخیرہ کے مطابق اور آخری قراءت تھی، یا حضرت زید بن ثابتؓ کی قراءت آخری تھی اور آخری عرضہ کے مطابق تھی، جزوی طور پر صحیح ہے۔ حقیقتِ کلّی یہ ہے کہ وہ تمام صحابۂ کرام کی قراءت تھی۔ اسے صاحبِ قرآن

ﷺ سے سب نے اخذ کیا تھا۔ اس جزوی سچ کا خطرناک عنصر یہ ہے کہ قراءتِ ابن مسعودؓ یا قراءت زیدؓ معیاری قراءت سے مختلف یا کسی قدر الگ تھلگ تھیں۔

☆ عرضۂ اخیرہ کے بعد قریب پانچ ماہ تک قرآن مجید کا نزول ہوتا رہا۔ اس کی قراءت و کتابتِ آخری کس کی تھی؟

☆ قراءات کا اختلاف یا تنوّع 'سبعۃ احرف' میں سے کسی ایک پر پڑھنے کے سبب تھا اور وہ معیاری ٹکسالی رسم الخط کے عین مطابق تھا۔ قریشی رسم الخط سے جداگانہ قراءت و تلاوت کسی غیر قریشی قاری اور معلم کا نہ تھا۔

☆ حدیث بخاری (۵۰۰۵) کے مطابق حضرت ابی بن کعب نجاری خزرجیؓ نہ صرف عظیم ترین کاتب تھے، بلکہ بہ قول حضرت عمر فاروقؓ سب سے بڑے قاری بھی تھے۔ (أبیٌ أقرؤنا وانا لندع من لحن أبی۔۔۔ الخ) اس کے باوجود حضرت فاروقؓ ان کی اکثر قراءات (صحیح سمجھنے کے باوجود) تسلیم نہ کرتے تھے۔ یہی معاملہ حضرت ابن مسعود ہذلیؓ اور دوسرے غیر قریشی قرّاء کرام کی قراءتوں کا تھا۔

☆ معیاری اور ٹکسالی قریشی رسم الخط میں 'سبعۃ احرف' کی رعایت و گنجائش رکھی گئی تھی۔ جیسے سورۂ فاتحہ میں آیت 'مٰلک یوم الدین' کو مالک یوم الدین اور مَلِک یوم الدین دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے، مگر رسم الخط کی پابندی و ناگزیری کی وجہ سے 'مالک' نہیں لکھا جاسکتا۔ سورۂ بقرہ: ۱۰۶: ''ماننسخ من آیۃ او ننسھا'' میں حضرت ابیؓ آخری کلمہ کی قراءت 'ننسہا' کرتے تھے، مگر لکھتے رسم الخط کے مطابق تھے۔ سورۂ فرقان اور دوسری سورتوں میں ایسی متعدد قراءات اور رسم الخط کی پابندی کا ذکر ملتا ہے۔ اس پر حافظ ابن حجرؒ نے بحث بھی کی ہے۔

☆ وفات نبوی کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے اولین زمانے میں حضرت عمر فاروقؓ نے پورے متنِ قرآن کریم کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب و کتابت کرانے کا بہ اصرار مطالبہ تحفظ کی خاطر کیا تھا۔

☆ حضرت زید بن ثابت نجاری خزرجیؓ کو حضرات شیخینؓ نے یہ فریضہ سونپا کہ

وہ تمام پارچوں اور چیزوں پر مکتوب قرآنی آیات و سور کو جمع کر کے ان کو کاغذ پر منتقل کردیں اور ان کی کتابت اپنے ہاتھ سے معیاری رسم الخط کے مطابق کردیں۔ انھوں نے یہ کام انجام دیا۔

☆ حضرت زید بن ثابتؓ کی جمع و تدوین اور کتابتِ متن کی تمام روایات و احادیث کا تعلق اسی دورِ خلافتِ صدیقی سے ہے، جب انھوں نے تفتیش و جستجو اور تحقیق و تدقیق سے پورا متن جمع کیا تھا۔ فتح الباری [۹ / ۲۰ و مابعد] میں اس کی شہادت ہے کہ حضرت خزیمہؓ کی سورۂ احزاب کی آیتِ کریمہ کی تائید حضرت عمرؓ نے کی۔

☆ کتابت و تدوین حضرت زید بن ثابتؓ کے بارے میں حضرات شیخینؓ کی ایک شرط (یا دو شرطیں) بالعموم نظر انداز کردی جاتی ہیں، جن کی وجہ سے خلجان پیدا ہوتا ہے۔ اول: صرف حفظ کی بنیاد پر کوئی آیت صحف صدیقی میں ضبط نہ کی جائے۔ دوم: ہر ایک پارچۂ کتابت پر دو گواہوں کی شہادت لازمی تھی۔ سورۂ احزاب کی آیت کریمہ: ۲۳ "مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ الخ" حدیث بخاری (۲۸۰۷) کے مطابق حضرت زیدؓ وغیرہ کے حافظے میں محفوظ تھی، لیکن کتابت شدہ صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس ایک پارچہ میں ملی اور ان کی تنہا گواہی کو فرمان نبوی ﷺ کے مطابق دو عادل گواہوں کے برابر تسلیم کر کے صحفِ صدیقی میں لکھا گیا۔ وہ فقدانِ آیت، صحفِ صدیقی کی تیاری کے ضمن میں تھا، نہ کہ صحفِ صدیقی کے متن میں تھا، جیسا کہ خیالِ خام ظاہر کیا گیا۔ وہ تدوینِ مصحف/ مصاحفِ عثمانی کے وقت کا فقدان بھی نہ تھا۔ (حدیث بخاری: ۴۹۸۸، باب جمع القرآن، فتح الباری: ۹ / ۲۰ میں صحف صدیقی کی ترتیب کا ذکر ہے اور شہادت عمرؓ کا بھی)۔

☆ متعدد صحیفوں کو جب خلافتِ صدیقی میں ایک کتاب کی شکل میں مدوّن و مرتّب کرلیا گیا تو اسے 'مصحفِ امام' کا معنیٰ خیز اور بصیرت افروز نام دیا گیا۔ اس میں تمام آیاتِ سورہ اور تمام سورِ قرآن کریم اسی توقیفی انداز سے مدوّن کی گئی تھیں، جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے قبل مقرر و لازم کی تھیں۔

☆ 'مصحف امام' کی تدوین وترتیب کے بعد صحابۂ کرام کے اپنے مرتب کردہ صحیفے ان کے پاس باقی رہے۔ ان میں صحیفہ حضرت ابن مسعودؓ نمایاں ترین تھا، جس میں ان کے بہ قول انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دہنِ مبارک سے بالمشافہہ سن کر اور اخذ کرکے ستر پچھتر سورتیں لکھی تھیں۔ (بضعة وسبعین) روایات واخبار میں آتا ہے کہ ان کے صحیفۂ قرآن میں 'معوذتین' نہ تھیں۔ وہ تو صرف دو سورتوں کا معاملہ ہے۔ ان کے صحیفہ میں چوالیس سورتیں منضبط ومکتوب نہ تھیں، کیوں کہ ان کا معیارِ اخذ تلقّی نبوی رہا تھا۔ یہ سوال کوئی دشمنِ اسلام وقرآن بھی نہیں اٹھا سکتا کہ وہ ان سورتوں کو قرآن میں شامل سمجھتے تھے۔ حیرت ہے کہ بعض راویانِ کج بیان نے معوذتین کے بارے میں کیسے گمان کرلیا کہ وہ ان کے خیال میں قرآنی سورتیں نہ تھیں۔

☆ قراءتِ عامہ اور قراءتِ ابن مسعودؓ کا قضیہ قدیم وجدید اہل علم اٹھاتے رہے ہیں۔ صحابی موصوف کے علاوہ دوسرے اکابر صحابہ میں سے بعض کی قراءات کا ذکر روایات میں آتا ہے ان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی قراءتِ خاصہ کے بعض نمونے نقل کیے گئے ہیں۔ ان تمام قراءاتِ مختلفہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ متنِ قرآن کریم کی قراءات نہیں تھیں، وہ اصلاً 'تفسیرات وتشریحات' کی قبیل کی مثالیں ہیں، جو صاحبانِ مصاحف نے اپنے اپنے مصاحف میں اپنی سہولت اور بسا اوقات تدریس وتعلیم کی خاطر لکھ لی تھیں۔

۱— حضرات ابن مسعودؓ کی قراءات کی ساتوں مثالوں میں تفسیر وتعبیر کا عنصر ہے۔ ان میں عربیت اور نظمِ کلام کا فقدان بھی ملتا ہے اور آیاتِ قرآنی کے معانی کی کوتاہی بھی۔ جیسے ''واسجدی وارکعی مع الراکعین'' کے بجائے ''وارکعی واسجدی فی الساجدین'' میں ''فی الساجدین'' ہی ہے یا ''لفی خسر وانه فیه الی آخر الدهر''میں ہے۔ اس پر طویل بحث کی جاسکتی ہے، جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

۲— حضرت عائشہ صدیقہؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام نے ''حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰة الوسطیٰ''میں موخر الذکر کی تفسیر میں 'صلوٰة العصر' بطور قراءت لکھ لی تھی۔ صلوٰۃ وسطیٰ کی تعیین میں روایات کا تضاد اس کا باعث بنا تھا اور مختلف حضرات نے

نماز پنج گانہ میں مختلف نمازوں کو صلوٰۃ وسطیٰ سمجھا اور بقول شخصے ہر ایک نماز ایسی ہے۔

۳ — ان تمام روایات و اخبار کا ایک سقم یہ ہے کہ وہ سب کی سب متاخر راویوں کے بیان پر مبنی ہیں، سوائے ایک آدھ کے۔ دوسرے یہ قراءات تلاوت کی جاتی تھیں نماز میں یا نماز کے باہر اور قراءتِ عامہ بلکہ قراءت واحدہ کے خلاف تھیں، اس کا ذکر و نقد نہیں ملتا۔ حضرت ابن مسعودؓ اور دوسرے قراءات خاصہ والے اصحاب نے ان کی تلقّی کس سے کی تھی؟ رسول اکرم ﷺ سے ان کا اخذ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ آپؐ نے ان کی قراءتِ واحدہ متفقہ ثبت کرائی تھی اور وہ قریشی معیاری رسم الخط کے مطابق تھی۔ اس کے خلاف قابل قبول نہیں۔ یہی بنیادی اساس تھی جس پر رسم عثمانی او رخطِ عثمانی کو منضبط کیا تھا اور جس کی پابندی لازمی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے تالیفِ ابن مسعودؓ کو صرف ترتیبِ سور کے اعتبار سے تالیف عثمانی کے خلاف بتایا ہے۔ قراءت/قراءات آیتِ قرآنی وہی قابل قبول تھیں جو قرآن مجید کے بنیادی رسم خط کے مطابق تھیں اور جن میں الفاظ وکلمات کا فرق، کمی بیشی یا اضافہ و زیارت نہیں ملتی۔ اوپر کچھ مثالیں گزری ہیں۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

— سورۂ یوسف ۱۱۰: ’حَتَّی إِذَا اسۡتَیۡأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوا‘ میں موخر الذکر لفظ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ اور بعض دوسرے اصحاب بھی غالباً باب تفعیل میں لے جاتے اور ذال پر تشدید پڑھتے۔ کُذِّبوا۔

— سورۂ فرقان کی متعدد آیات کریمہ میں رسم عثمانی / خط نبوی کے مطابق قراءات ہیں، مثلاً:

آیت — ۶۱	:	وجعل فیها سراجا/وجعل فیها سُرُجاً
آیت — ۸	:	او تکون له جنة/او یکون له جنة
آیت — ۱۳	:	مکانا ضَیِّقاً/مکانا ضِیْقاً
آیت — ۱۹	:	ومن یظلم منکم نذقه/. . . یذقه

— دوسری سورتوں کی بعض آیات کریمہ کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

سورہ ہود – ۴۱: بسم اللہ مجریھا / بسم اللہ مجرٖھا ۔ موخر الذکر امالہ سے

سورہ روم – ۵۴: اللہ الذی خلقکم من ضُعفٍ / ۔۔۔ ضَعفٍ بفتحہ ض

مصاحفِ عثمانی کی تدوین کے امتیازات

☆ سب کو تسلیم ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قراءت و کتابتِ قرآن میں اضطراب اور عرب وغیر عرب افراد و طبقاتِ امت میں قراءت کے شدید اختلافات کی مسلسل خبریں پاکر صحابہ کے مشورے سے ایک مستند و معیاری متن رائج و نافذ کرنے کا فیصلہ کیا تو حسب ذیل اقدام فرمائے:

اول: اس مصحفِ امام کو طلب فرمایا جو عہدِ صدیقی میں تیار کیا گیا تھا اور خلیفۂ وقت کے خزانے میں رہتا تھا۔ شہادتِ فاروقی کے بعد وہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کی تحویل میں چلا گیا تھا، تاکہ خلیفۂ سوم کے انتخاب کے بعد وہ ان کے سپرد کردیا جائے کہ وہ سرکاری تھا۔ حضرت ام المومنینؓ نے اسے خلیفۂ سوم کے حوالے نہیں کیا۔ کیوں؟ اس کا جواب نہیں ملتا۔ توجیہ کی جاتی ہے کہ وہ اسے 'خزانۂ خیر' سمجھ کر اپنے سے جدا کرنے میں ہچکچاتی تھیں۔ بہر حال خلیفۂ وقت کے طلب کرنے پر انھوں نے اسے ان کے حوالے ضرور کیا، مگر اس شرط کے ساتھ کہ نسخ مصاحف کے بعد 'مُصحفِ امام' ان کو واپس کردیا جائے گا۔ خلیفۂ وقت نے ان کے احترام میں ایسا ہی کیا۔

دوم: حضرت عثمانؓ نے چھ/ سات مصاحف تیار کرانے کے لیے ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی، جس کے سربراہ حضرت سعید بن العاص امویؓ تھے (بخاری: ۴۹۸۴) حضرت عثمانؓ حضرات زید بن ثابتؓ، سعید بن العاصؓ، عبداللہ بن الزبیرؓ اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشامؓ کو حکم دیا کہ وہ مصحف امام کو مصاحف میں نقل کریں اور تاکید کی کہ جب تم اور زید بن ثابت قرآن کے کسی لفظ کی 'عربیت' میں اختلاف کرو تو اسے لسانِ قریش میں لکھنا، کیوں کہ قرآن ان کی زبان میں اترا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے شرحِ حدیث میں ابوداؤد کی حدیثِ کعب انصاریؓ نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کو (کوفہ میں بطور امام و مقری تقرری کے

بعد) خط لکھا تھا کہ قرآن قریش کی زبان میں اترا ہے اور اس کو انہی کی لغت پر پڑھانا اور لغتِ ہذیل پر نہ پڑھانا۔ دوسری توجیہات بھی ہیں جن سے سردست بحث نہیں۔

☆ حضرت ابن مسعودؓ کی جلالت وعظمت اپنی جگہ اور دوسرے عظیم ماہرینِ قرآن کی منزلت بھی تسلیم، لیکن یہ واقعہ معنی خیز بھی ہے اور شاہدِ عدل بھی کہ 'مصحفِ امام' کی تدوین کے کام میں حضرات شیخینؓ نے ان کو ــ بالخصوص حضرت ابن مسعودؓ ــ کو شریک نہیں کیا تھا، جس کا ان کو شدید شکوہ تھا۔ اس کے نتیجہ میں انھوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو اپنے بالمقابل طفلِ مکتب قرار دیا تھا۔ اسی طرح حضرت ابی بن کعب خزرجیؓ جیسے کاتبِ اعظم کو بھی شکوہ تھا۔ مصاحفِ عثمانی کی تدوین وکتابت کے وقت بھی حضرت ابن مسعودؓ کو شریکِ کار نہیں کیا تھا۔ اس کی وجوہ صاف ہیں۔ وہ قریشی نہیں، ہُذلی تھے اور ان کی قراءات سے اتفاقِ عام وخاص نہ تھا، حالاں کہ وہ قرآن مجید کے معیاری رسم خط قریشی یا رسم خط نبوی کے مطابق بھی تھیں۔ ان کی تفسیرات وتشریحات کو چھوڑ کر کہ وہ دوسرے صحابۂ کرام کی مصاحف میں بھی تھیں۔

☆ مقالہ نگار نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کی حدیثِ بخاری (۴۹۸۷) تو نقل کی، مگر ان کے بیان کردہ اختلافِ قراءت کو نقل کرنے سے گریز کیا۔ حضرت ابن حجرؒ نے اس کو اپنی شرح میں بیان کرکے اصل معاملہ کھول دیا ہے۔ وہ یہ کہ اہل شام قرآن مجید قراءتِ ابیؓ بن کعب کے مطابق پڑھتے تھے اور اہل عراق قراءتِ عبداللہ بن مسعودؓ کے مطابق اور دونوں ایک دوسرے سے ناواقف ہونے کے سبب جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے۔ اسی طرح قراءتِ ابن مسعودؓ اور قراءتِ ابوموسیٰ اشعری کا اختلاف باعثِ فساد بنا تھا۔ بہ طور مثال 'و أتمّوا الحج و العمرة لله' اور 'و اتمّوا الحج و العمرة للبيت' کا فرق بھی حضرت حذیفہؓ کو غضب ناک کر گیا تھا۔ ایسی مختلف قراءات تھیں جن کی حقیقت نہیں سمجھی گئی اور وہ وجہِ اختلاف ونزاع بن گئیں۔

☆ عثمانی تدوین مصاحف کی بنیاد واساس صدیقی مصحف امام پر رکھی گئی تھی اور اس پر صحابہ کرام کا کلّی اعتماد تھا، بالخصوص خلیفۂ سوم کا کہ وہ حضرات شیخین کا مرتبہ نسخہ تھا۔ اس پر اعتماد واعتبار نہ کرنے کا خیال خام ہی نہیں، گم راہ کن ہے۔

☆ حضرت عثمانؓ کی تدوین و کتابت کی امتیازی اور جوہری قیمت یہ تھی کہ وہ قریشی، بلکہ صحیح طور سے معیاری نبوی رسم خط پر لکھا گیا تھا اور جہاں مدنی یا دوسرا املا تھا اس کی تصحیح کی گئی تھی۔

☆ مصاحفِ عثمانی کے املا و کتابت اور تدوین پر تمام صحابۂ کرام کا اجماع و اتفاق تھا، بہ شمول حضرات ابن مسعود، ابی بن کعب اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے۔

☆ اختلاف و نزاع کا سبب دراصل وہ تفسیری و تشریحی کلمات و تعبیرات کے اضافے تھے جن کو متاخرین اور خاص کر جدید اہل علم 'قراءات' قرار دینے کی غلطی کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا قراءاتِ ابن مسعودؓ کو اور ان جیسی دوسری تعبیرات و تفسیرات کو مصحف امام میں بھی نہیں رکھا گیا تھا اور نہ حضرت عثمانؓ کے مدوّنہ مصاحف میں۔ رسمِ عثمانی کے مطابق متنِ قرآن کریم کی کتابت، قراءت، تلاوت اور تدریس و تعلیم ان مصاحفِ عثمانی کے ذریعہ کی گئی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ خطِ عثمانی کے مطابق جو قراءات ابیؓ بن کعب وغیرہ تھیں یا دوسرے الفاظ میں سات حروف پر قراءت، وہ خود بخود باقی رہیں۔ (بحث فتح الباری، سبعۃ احرف: ۹ / ۳۰ و مابعد؛ مقالۂ خاکسار اسی عنوان سے؛ فتح الباری: ۹ /۴۱–۴۹، سورۂ فرقان کی آیات میں رسم عثمانی کے مطابق متعدد حروف پر قراءت)۔

☆ اصل و متفقہ متنِ قرآن مجید کی کتابت و اشاعت کے بعد باعثِ فساد و نزاع کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کرنے کا کارنامہ خلیفۂ سوم نے یہ انجام دیا کہ صحابۂ کرام کے تمام دوسرے ذاتی مصاحف جلا دیے یا دھو دیے گئے، تاکہ متن میں کسی قسم کا اختلاف باقی نہ رہ جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ کو اپنے ذاتی مصحف کے حسنِ خاتمہ پر ملال تھا، لیکن اختلاف نہ تھا۔ (فتح الباری: ۹ / ۲۷ و مابعد: و أمر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق)۔

☆ آخر میں مصحفِ امام حضرت حفصہؓ کے پاس بچ گیا اور خلیفۂ عظیم کے اصرار کے باوجود وہ حوالہ نہ کیا۔ حضرت مروان بن حکم اموی نے اپنے ولایتِ مدینہ کے زمانے میں ام المومنینؓ سے بار بار مصحفِ امام حوالہ کرنے کی درخواست کی، لیکن وہ راضی نہ